اجر اور اخروی عذاب ہے ۔ دنیا میں بدلہ تو کسی کو ملتا ہے کسی کو نہیں ۔ انعام ہو یا سزا وہ درحقیقت آخرت کی ہی ہے ۔ لیکن ان متجددین پر دنیا اس بری طرح سوار ہے کہ جہاں آخرت کے عذاب کا ذکر ہو ان کو دنیا کی سزا ہی نظر آتی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخرت پر ان کا ایمان نہیں یا قرآن میں ذکر کردہ آخرت کو بھی وہ دنیا ہی کا حصہ سمجھتے ہیں ۔

پس نہ تو مذکورہ بالا آیت میں فاحشۃ مبینۃ سے مراد زنا ہے اور نہ عذاب سے مراد کوئی دنیاوی سزا ہے ۔ ساری بات ان محققین کی خام خیالی ہے ۔

ابوحیان کی تفسیر

یہی بات جو مراغی نے کہی ہے ابوحیان نے بھی البحر المحیط میں لکھی ہے فرماتے ہیں :

ولا یتوھم انھا الزنا لعصمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذلک ولانہ وصفھا بالتبین والزنا مما یتستر بہ وینبغی أن تحمل الفاحشۃ علی حقوق الزوج وفساد عشرتہ الخ

(البحر المحیط ج ۷ ص ۲۲۸)

یعنی کسی کو فاحشۃ کے لفظ سے زنا کا وہم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے عصمت حاصل تھی (یعنی بیویاں تو ان کی ہی تھیں) دوسری بات یہ ہے کہ تبین یعنی اظہار کا ذکر ہو رہا ہے اور زنا تو چھپا ہوا ہوتا ہے ظاہر نہیں[1] پس زنا کا مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا ۔ اس لیے اس آیت کو اس بات پر محمول کرنا چاہیے کہ فاحشہ کا مطلب یہاں خاوند کی نافرمانی اور اس کے ساتھ معاشرت میں بری طرح پیش آنا ہے ۔ کیونکہ ازواج مطہرات ان مکانوں میں رہتی تھیں جہاں وحی نازل ہوتی تھی جس میں امر و نواہی مذکور ہوتے تھے اور کیونکہ وہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ رہتی تھیں اس لیے ظاہر ہے کہ ان کو اجر یا عذاب دوسروں سے دوگنا ملنا چاہیے ۔ یہاں اجر اور عذاب سے مطلب ہی آخرت کا اجر اور آخرت کا عذاب ہے ۔

---

[1] یہ دلیل بہت وزنی ہے ۔ یہ ہر شک و شبہ کو ختم کر دیتی ہے ۔

ابن جوزی کی تفسیر ابن جوزی نے اپنی تفسیر زاد المسیر میں بھی وہی لکھا ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی یہاں زنا کا مطلب نہیں۔ اور عذاب سے مراد آخرت کا عذاب ہے نہ کہ دنیا کا۔ اور اس سے مراد خاوند سے تیز کلامی یا بد اخلاقی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قوله تعالى: (من يات منكن بفاحشة مبينة) أى: بمعصية ظاهرة قال ابن عباس: يعنى النشوز وسوء الخلق (يضاعف لها العذاب ضعفين) أى: يجعل جرمها فى الاخرة كعذاب جرمين كما أنها تؤتى اجرها على الطاعة مرتين الخ (زاد المسير ج ۶ ص ۳۷۸)

ہم کہتے ہیں کہ کیا ان محققین کو معلوم نہیں کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک موقع پر یہ کہا تھا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا تو آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالتا یا ہاتھ مونڈھے پر سے کاٹتا۔ بہر حال دنیاوی سزا تو بادشاہ کی بیٹی یا عام آدمی کی بیٹی دونوں کے لیے ایک ہے۔ فرق تو آخرت کے عذاب میں ہوگا۔

پس ان متجددین کا سارا اعتراض ہی غلط ہے۔

خطبۂ جمعہ و عیدین، عربی میں کیوں؟

ڈاکٹر وحید الدین، چیئرمین شعبہ عربی و علوم اسلامیہ
گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

خطبہ (لغوی مفہوم)

خطب خطبۃ بالکسر والاسم ایضا بالکسر فاما بالضم فمن القول والکلام بکسر الخاء۔

خطب خطبہ یعنی خطب کا خاء کی کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کا اسم بھی خطبہ کی خاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور خطبہ کو خاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی گفتگو اور کلام کے ہوں گے۔

شرعی مفہوم

شرع میں خطبہ کی اصل حقیقت "ذکر" ہے۔

قرآن کریم

یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ[1]

اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لیے اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو[2]

---

[1] القرآن الجمعہ (۶۲) : ۹
[2] ترجمہ از حکیم الامت تھانویؒ

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے یہاں "ذکر" سے "صلوٰۃ جمعہ" اور "خطبہ" جمعہ مراد لیا ہے جس کی نشاندہی ترجمہ میں بریکٹ کے اندر ہے۔

قال الحافظ عماد الدین ابن کثیر فی تفسیرہ المراد فی ذکر اللہ الخطبۃ وقال السرخسی ولنا ان الخطبۃ ذکر[1]

حافظ ابن کثیر: قال اللہ تبارک وتعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ قلت وقد صرح عامۃ المسلمین بان المراد من الذکر الخطبۃ ویؤیدہ ماروا ہ الشیخان عن ابی ھریرۃ فی حدیث طویل فاذا اخرج الامام حضرت الملائکۃ یستمعون الذکر[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب اذان جمعہ کہی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چلو عام مفسرین یہاں ذکر سے خطبہ جمعہ مراد لیتے ہیں اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی روایات اس کی تائید کرتی ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں مروی ہے (ان الفاظ میں) تو جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو ملائکہ اللہ کا ذکر سننے کے لیے اندر آجاتے ہیں[3]

امام سرخسی: ولنا ان الخطبۃ ذکر والمحدث والجنب لا یمنعان من ذکر اللہ[4]

ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے اور بے وضو اور غسل کی حاجت والا ذکر اللہ سے ممنوع نہیں

خطبہ کی مقدار: نماز کی نسبت خطبہ طویل نہ ہو اور ضعیف مقتدیوں کی رعایت کے لیے نماز میں شرعاً تخفیف کا حکم ہے۔

---

[1] علامہ السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ الحنفی ۵۰۰ھ: المبسوط، ج ۲، مصر، ص ۲۶۔

[2] حافظ ابن کثیر، ابوالفداء الدمشقی ۷۷۴ھ: تفسیر القرآن العظیم، ج ۹، ص ۴۵۶

[3] حافظ ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم، ج ۹، ص ۴۵۶

[4] المبسوط، ج ۲، ص ۲۶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طوالتِ خطبہ کو زمانہ فتنہ کی علامت اور ظالم حکمرانوں کا طریقہ بنایا ہے۔

خطبہ صرف عربی میں کیوں؟

خطبہ جمعہ کا اصلی رکن ہے اور اس سے مقصد محض اللہ کا ذکر ہے۔ خطبہ کی طرح چند امثلہ تعوذ، تسمیہ، تسبیح، ثنار۔

خطبہ کی طرح صلوٰۃ میں تکبیر، ثنار، تعوذ، تسمیہ، تلاوت، تسبیح، تحمید، تشہد اور درود شریف یہ سب ذکر اللہ ہیں اور بالاتفاق ان کلمات کو عربی زبان میں ادا کیا جانا ضروری ہے۔ خطبہ بھی ذکر اللہ ہے، عبادت ہے اور ذکر و عبادت کی ادائیگی دینی اور سرکاری زبان میں ضروری ہے۔ دین اور سرکار کی ٹکسالی زبان عربی ہے اور عربی زبان کو ملت اسلامیہ کے لیے وہی اہمیت حاصل ہے جو کسی حکومت میں اس کی سرکاری زبان کو حاصل ہوا کرتی ہے۔

فقہائے امت اور اجماع :

تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین اور علما و مشائخ کا تواتر بھی یہی رہا ہے اور بجا طور پر یہ اجماع امت کا درجہ لیے حاصل ہے۔

ابن عابدین : وعلی هذا الخلاف الخطبة وجميع اذكار الصلوٰة [1]

یہی اختلاف خطبہ اور تمام اذکار صلوٰۃ میں ہے۔

یہ مسئلہ درمختار میں شروع فی الصلوٰۃ کے بیان لکھا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ملتی ہے کہ کسی ایک شخص کو جسے عربی پر قدرت حاصل نہ ہو اس کے لیے خطبہ اور صلوٰۃ کو غیر عربی پڑھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور صاحبین کا اس مسئلہ میں اپنے استاد امامؒ سے اختلاف ہے۔

امام صاحب کے مرجوعہ قول کی صحیح توجیہہ

امام صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر عربی میں خطبہ پڑھے تو شرط خطبہ (صحت جمعہ کیلیے)

---

[1] درمختار، باب شروع فی الصلوٰۃ

تو پوری ہو جائے گی لیکن سنت موکدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا اور اس کی تائید میں یہ بات کافی ہے کہ امام موصوف نے اپنے سابق مبہم قول سے رجوع بھی کر لیا ہے۔

توجیہہ قول کے نظائر

بلا طہارت خطبہ پڑھے جب کہ طہارت کی حالت میں خطبہ پڑھنا سنت ہے[1]

قبلہ رُخ ہو کر خطبہ پڑھے جب کہ قبلہ پشت (لوگوں کی طرف رخ کر کے) خطبہ پڑھنا سنت ہے بیٹھ کر خطبہ پڑھے جب کہ قیام کی حالت میں خطبہ پڑھنا سنت ہے[2]

خطبہ کی نیت سے فقط الحمد للہ کہہ کر خطبہ ختم کر دے جب کہ کم از کم خطبہ مقدار تشہد پڑھنا سنت ہے[3]

خطبہ کے وقت صرف ناف سے گھٹنے تک ستر ہو جب کہ پورا لباس پہن کر خطبہ پڑھنا سنت ہے۔

صاحبین سے متعلق یہ ذکر کر چکے ہیں کہ ان کا موقف یہ ہے جس شخص کو عربی میں تکلم کی قدرت حاصل ہو تو اس کے لیے صحیح نہیں کہ وہ صلوٰۃ یا خطبہ عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ادا کرے[4]

ابن نجیم وتجوز القراۃ بالفارسیۃ وبأی لسان کان ویروی رجوعه الی قولهما وعلیه الاعتماد وهكذا فی الهدایة وفی الاسرار هو اختیاری وفی التحقیق هو المختار وعلیه الفتوی كذا فی شرح النقایة والاصح هكذا فی مجمع البحرین[5]

---

[1] البحر الرائق

[2] فتاویٰ عالمگیری

[3] ان الذکر بها ای بالخطبة ثبت بالنص والذکر تحصل بقوله الحمد لله
المبسوط مصری، ج ۲، ص ۳۱

[4] شامی، ج ۱، ص ۱۱۱ طحاوی، ص ۲۱۵ عنایہ، ج ۱، ص ۲۰۰

[5] البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۴

امامؒ موصوف کا صاحبینؒ کے قول کی طرف یہ رجوع ثابت ہوگیا اور آپ کا پہلا مبہم قول منسوخ ہوگیا اب منسوخ کلام سے استدلال کسی موقع پر درست نہ ہوگا۔ امام صاحب کا راجح اور مفتیٰ بہ قول یہ ہوا کہ عربی میں تکلم پر قدرت کے باوجود غیر عربی میں صلوٰۃ اور خطبہ کا قطعاً جواز نہیں۔

ائمہ احنافؒ کے علاوہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا متفقہ مسلک بھی یہی ہے۔

البتہ کوشش کے باوجود جن لوگوں کو عربی میں تکلم کی قدرت حاصل نہ ہوسکے ان کے لیے عربی کے علاوہ جس زبان پر انہیں دسترس ہو وہ متعلقہ آیات اور کلمات کا مفہوم اسی زبان میں ادا کریں اور اس طرح وہ اپنے خطبہ اور صلوٰۃ کو چھوڑنے کی بجائے ادا کرتے رہیں اس پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے[۱]

امام رافعی ۔ مشہور شافعی امام

وهل يشترط كون الخطبة كلها بالعربية وجهان الصحيح اشتراطه فان لم يكن منهم من يحسن العربية خطب بغيرها ويجب عليهم التعلم والا عصوا ولا جمعة لهم[۲]

اور کیا خطبہ کے لیے عربی زبان کا ہونا شرط ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں ۔ صحیح یہ ہے عربی زبان ہونا شرط ہے ۔ ہاں اگر عربی زبان میں خطبہ پڑھنے والا کوئی نہ ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے دوسری زبان میں خطبہ کا جواز تو ہو جائے گا مگر ان پر واجب ہوگا کہ وہ عربی سیکھیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے اور ان کا جمعہ بھی صحیح نہ ہوگا ۔

فانه لاشك فى ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى صلى الله عليه وسلم والصحابة رضى الله عنهم اجمعين فيكون مكروها تحريماً ۔

---

[۱] البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۲۴ ۔ شامی، ج ۱، ص ۴۸۵ ۔ عالمگیری، ج ۱، ۶۹ ۔ التبیین، ج ۱، ص ۱۱

[۲] شرح احیاء العلوم للزبیدی، ج ۲، ص ۳۲۶

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطبہ اس سنت کے خلاف ہے جو آپ اور صحابہ کرام رضؓ کے عہد سے متواتر اور مسلسل چلی آرہی ہے ۔ لہٰذا مکروہ تحریمی ہے[1]

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت خطبہ بالعربیہ پر ظاہر ہے اور اس کی عربیت کی مقصودیت حضرات صحابہ کے ممالک عجم میں باوجود بعض صحابہؓ کے عارف بالفارسیۃ ہونے اور باوجود حاجت سامعین کے غیر عربی میں نہ پڑھنے سے ثابت ہے جب یہ عربیت مقصود بالمواظبت ہوئی تو اس قید کی رعایت سنت موکدہ ہوگئی اور سنت موکدہ کے ترک کو فقہاء نے موجب اثم اور بعض جزئیات میں موجب فسق قرار دیا ہے جو کراہت تحریمیہ کی دلالت کے لیے کافی ہے[2]

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ :

فتاویٰ کی نہایت مستند کتاب امداد الفتاویٰ میں مفتی اعظم محمد شفیعؒ صاحب سے استفسار ہوا جس کا آپ نے جواب دیا دونوں حسب ذیل ہیں ۔

سوال : ماترشدون ایھا الکرام الراسخون فی العلوم الدینیۃ فی قرأۃ الخطبۃ باللسان العجمی علی قوم لایعلم العربی منھم الا البعض فھل جائز ام لا ؟

جواب : مکروھۃ والدوام علی المکروہ یزیدہ کراھۃ والاکتفاء علی العجمی اشد فی الکراھۃ من اختلاطہ بالعربی۔

سوال : فان لم تجز فھل ھی کراھۃ ام غیرھا وما ذا حکم الترجمۃ بالعجمی مع قرأۃ العربی فی ھذہ الصورۃ۔

جواب : ان کان احیانا للضرورۃ وقتیۃ بدون جعلھا

---

[1] عمدۃ الرعایہ ، شرح الوقایہ ، ج ۱ ، ص ۲۴۳

[2] امدایہ الفتاویٰ ، ج ۱ ، ص ۲۴۴

جزء من الخطبة فلا بأس[1]

مولانا مفتی عزیز الرحمن کا فتویٰ :

خطبہ چونکہ سوائے عربی زبان کے اور کسی زبان میں سلف سے ثابت نہیں اس لیے غیر عربی زبان کو اس میں محققین نے مکروہ و بدعت کہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور خطبہ جمعہ کے اندر حیثیت نماز کی بھی ہوتی ہے اور نماز میں ترجمہ قرآن شریف کا صحیح اور معتبر مذہب اور راجح قول کے درست نہیں ہے[2]

اور اپنے فتویٰ کی تائید میں درج ذیل حوالہ بھی نقل کیا ہے ۔

ولا يشترط كونها بالعربية فلو خطب بالفارسية او بغيرها جاز كذا قالوا والمراد بالجواز هو الجواز فى حق الصلوٰة بمعنى انه يكفى لاداء الشرطية وتصح بها الصلوٰة لا الجواز بمعنى الاباحة المطلقة فانه لاشك فى ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى صلى الله عليه وسلم والصحابة[3]

مولانا امجد علی کا فتویٰ :

خطبہ میں عربی کے سوا اور زبان ملانا مکروہ خلاف سنت ہے[4]

احمد رضا خان :

دونوں صورتیں خلاف سنت ہیں ، غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترک سنت متوارثہ ہے[5]

غیر عربی میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں خلط کرنا خلاف سنت متوارثہ ہے[6]

---

[1] امدایہ الفتویٰ ، ج ۱ ، ص ۴۳۳

[2] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، مکتبہ امدادیہ ، ملتان ، ص ۵۲

[3] عمدۃ الرعایۃ علی حاشیہ شرح وقایہ ، باب الجمعۃ

[4] مولانا ابوالاعلیٰ امجد علی : احکام شریعت ، ج ۲ ، ص ۳۱ ۔ فتاویٰ افریقی ، ص ۳۵ ۔ السنۃ الانیقہ ، ص ۳۴ ، ۳۵

[5] احکام شریعت ، ج ۲ ، ص ۹۷

[6] بہار شریعت ، ج ۴ ، ص ۹۵

دلائل نقلیہ | عربی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں خطبہ پڑھنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ خطبہ کو بھی وعظ و تقریر سمجھ لیا گیا ہے اگر خطبہ سے محض وعظ و تقریر اور تذکیر مقصد ہوتا تو پھر شریعت میں خطبہ کے لیے درج ذیل شرائط کیوں ہوتیں ۔

خطبہ کا وقت بعد از زوال شرط ہے ۔ زوال سے پہلے خطبہ پڑھنے کی صورت میں اعادہ واجب ہوگا۔ وعظ و تذکیر کا جواز زوال سے پہلے تو کیا عین زوال کے وقت بھی صحیح ہے ۔

خطبہ، صلوٰۃ جمعہ سے قبل پڑھنا شرط ہے ــــ خطبہ سے قبل صلوٰۃ جمعہ پڑھنے کی صورت میں خطبہ سمیت صلوٰۃ جمعہ کا اعادہ ضروری ہوگا ۔

خطبہ کے وقت حاضری مردوں کا ہونا ضروری ہے ـــ سامعین محض عورتیں ہوں تو خطبہ درست نہ ہوگا مردوں کے آنے کے بعد خطبہ دوبارہ پڑھا جائے گا ۔

خطبہ تو پڑھا گیا مگر کسی وجہ سے نہ سنا گیا[1]

یا تو سامعین خطیب سے دور تھے ۔

یا سامعین اتفاقاً سب بہرے تھے ۔

یا شور و شغب وجہ بن گئی ۔

یا سامعین نیند میں تھے ـــ یا کوئی وجہ پیش آگئی ۔

درج بالا تمام صورتوں میں یا اس کے علاوہ بھی کسی وجہ سے یہ صورت ہو کہ خطبہ پڑھا گیا اور سامعین خطبہ نہ سن سکے اور صلوٰۃ جمعہ ادا کر دی گئی ۔ تو خطبہ اور صلوٰۃ جمعہ دونوں صحیح ہوں گے اور اعادہ کی ضرورت نہیں اور مذکورہ کسی صورت میں خطبہ چھوڑ دینے سے صلوٰۃ جمعہ صحیح نہ ہوگی اور صلوٰۃ جمعہ ادا کرنے کے باوجود دونوں خطبہ و صلوٰۃ جمعہ کا اعادہ ضروری ہوگا ۔

خطبہ پڑھ لینے کے بعد امام کسی فعل میں مصروف ہوگیا اور اچھی خاصی دیر کر دی اب اس صورت میں مختار قول یہ ہے کہ صلوٰۃ جمعہ سے پہلے پھر خطبہ کا اعادہ کیا جائے خواہ سامعین وہی ہوں جو پہلے بھی یہ خطبہ سن چکے ہیں ۔

---

[1] کما فی البحر الرائق وان کانوا صما او نیاماً

كما ذكره فی البحر عن الخلاصہ ثم قال صرح فی السراج الوهاج بلزوم الاستئناف وبطلان الخطبة وهذا هو الظاهر[1]

بحر میں بحوالہ خلاصہ مذکور ہے کہ سراج وہاج میں اس صورت میں بطلان خطبہ اور اس کی تجدید کے لازم ہونے کی تصریح ہے اور یہی ظاہر ہے۔

علماء اور فقہاء کی مجلس میں بھی خطبہ جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگرچہ سامعین میں کوئی جاہل نہ ہو۔ کیونکہ خطبہ کا مقصد محض وعظ و تذکیر نہیں کہ اس موقع پر غیر ضروری سمجھ کر ترک کر دیا جائے بلکہ یہ تو اللہ کا ذکر ہے اور عبادت ہے (اور یہ سب کے لیے خواہ علماء ہوں یا جہلاء ضروری ہے) اور ذکر و عبادت دینی اور سرکاری زبان "عربی" میں ادا کرنا ضروری ہے۔

عربی میں خطبہ ـــ حکمت عملی

شریعت اسلامیہ میں احکام کے بیان میں الفاظ اور ان کی ترکیب کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم وحی متلو ہے اور اس وجہ سے یہ اپنی مثال آپ ہے اس کے بعد احتیاط کا درجہ حدیث پاک کو بھی حاصل ہے۔ آخر یہ بھی وحی ہے (اگرچہ غیر متلو سہی)۔

بنی الاسلام علی خمسة ان یوحد اللہ واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وصیام رمضان والحج (بروایت عبداللہ ابن عمر)

مجلس میں ایک صاحب نے پڑھا والحج وصیام رمضان اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا نہیں وصیام رمضان والحج هكذا سمعته عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الجامع الصحیح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک دعا کی تلقین فرمائی اس میں الفاظ یہ تھے "ونبيك الذى ارسلت" اور صحابی نے یوں پڑھا "وَرسولك الذى ارسلت" آپؐ نے اس پر انکار فرمایا اور پھر دہرایا "ونبيك الذى ارسلت"

جب الفاظ اور ان کی ترکیب کو شرع میں اس قدر اہمیت ہے تو خطبہ کو اس کو اپنی سرکاری زبان "عربی" میں پڑھنا کیوں ضروری نہ ہوگا۔ یہ سنت متواترہ، متوارثہ اور موکدہ ہے اور اس پر امت

---

[1] البحر الرائق، ج ۱، ص ۱۵۹

کا اجماع ہے۔

قرآن کریم کی غرض و غایت احکام، وعظ و تذکیر اور تزکیہ نفوس وغیرہ ہیں مگر جب صلوٰۃ میں قرآن پاک کی تلاوت کی جائے تو یہ "ذکر" ہوتا ہے اور خود صلوٰۃ کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

"اقم الصلوٰۃ لذکری"

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خطبہ بھی اللہ کا ہے اور اس پر نص قطعی شاہد ہے۔

"فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع"

اور ذکر کے لیے اس کی اپنی ٹکسالی زبان "عربی" ہے اور یہی حکم "صلوٰۃ" کے لیے ہے۔

خطبہ جمعہ و عیدین، شعار اسلامی کا حصّہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ شرعی آداب، سنن اور طریقہ کو اختیار کیا جائے۔

"ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب"

اسلامی شعائر میں خالصتہً وہ امور جو عبادات کا حصّہ ہیں۔ انہیں اگر ہر خطہ کی اپنی اپنی علاقائی زبان میں ادا کرنے کی اجازت ہو تو ایک مسلمان، دوسرے خطہ میں عبادات کی ادائیگی میں اجنبی ہو گا کیونکہ اس کی اپنی علاقائی زبان دوسرے خطہ کے مسلمانوں سے مختلف ہو گی اور اس طرح ایک تو عالم اسلام کے مسلمان امور تعبدی کو ادا کرنے سے عاجز ہو جائیں گے اور دوسرا یہ کہ اسلامی شعار اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ عربی زبان نے تمام دنیا کو ایسا مفتوح کیا کہ کوئی خطہ بھی اس کے حلقہ اثر سے باہر نہ تھا اور تقریباً ایک ہزار سال تک تمام دنیا پر ایسی حکومت کی ہے جس کی نظیر ڈھونڈھنا مشکل ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

واعلم ان اعتیاد اللغۃ موثر فی العقل والخلق والدین تاثیرا قویا[1]

سمجھ لو کہ کسی خاص زبان کی عادت اپنا لینا عقل اخلاق اور دین میں بہت بڑی قوی

---

[1] امام ابن تیمیہ ابو العباس تقی الدین ۷۲۸ھ : اقتضاء الصراط المستقیم